عورت کا قصاص اور اس کی دیت

سید جلال الدین عمری

قصاص جان کا بھی ہوتا ہے اور جراحات اور زخموں کا بھی۔ جان کا قصاص یہ ہے کہ جو شخص ناحق کسی کو قتل کرے اس کے بدلہ میں اسے قتل کر دیا جائے۔ زخموں اور جراحات کا قصاص یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کو زخمی کر دے یا اس کے کسی عضو کو نقصان پہونچائے تو اس کے مساوی اس سے بدلہ لیا جائے۔ دیت اس مالی معاوضہ کو کہا جاتا ہے جو جان کے ضیاع یا جسمانی نقصان پر شریعت نے رکھا ہے۔ قصاص اور دیت کا یہ قانون انسانی کے جسم وجان کی حفاظت کے لئے ہے۔ اس پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس میں عورت اور مرد کے درمیان فرق کیا گیا ہے۔

یہ ایک فقہی بحث ہے۔ اس میں فقہا کی رائیں اور مسالک مختلف ہیں۔ یہاں اس بات کی کوشش کی جائے گی کہ اس مسئلہ کی ضروری تفصیلات پیش کر کے راجح مسلک کی نشاندہی کی جائے۔

عورت کی جان کا قصاص مرد سے

قرآن مجید نے قصاص کا حکم ان الفاظ میں دیا ہے۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ	اے ایمان والو! تم پر مقتولین میں قصاص
عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی۔	(برابری) فرض کر دیا گیا ہے۔
(البقرہ: ۱۷۸)	

اس کی حکمت اس طرح بیان کی ہے۔

وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ	اے عقل مندو! تمہارے لیے قانون قصاص
یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ	میں زندگی ہے تاکہ تم اپنی جان جانے کے
(البقرہ: ۱۷۹)	ڈر سے دوسروں کے قتل سے بچے رہو۔

توریت کے حوالے سے کہا گیا۔

وَکَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَا اَنَّ	ہم نے توریت میں یہودیوں پر یہ حکم فرض

النَّفْسَ بِالنَّفْسِ (المائدہ: ۴۵) کردیا تھا کہ جان کے بدلہ جان لی جائے گی۔

اس قانون کے تحت مرد عورت کو قتل کردے تو مرد سے قصاص لیا جائے گا اور عورت مرد کو قتل کردے تو مرد سے قصاص لیا جائے گا۔ احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے۔

الرجل یقتل بالمرأۃ اذا قتلھا[1] (اگر عورت کو قتل کردے تو اس کے بدلہ میں اسے قتل کیا جائے گا۔)

اس کی تائید اور روایتوں سے بھی ہوتی ہے۔ صحاح ستہ کی روایت ہے کہ ایک یہودی نے ایک انصاری لڑکی کا زیور چھیننے کے لئے اس کا سر کچل کر ایک گڑھے میں پھینک دیا۔ جان کنی کی حالت میں لڑکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی گئی۔ جن لوگوں کے بارے قتل کا شبہ تھا ان میں سے ایک ایک کا نام لے کر اس سے پوچھا گیا تو اس نے سر کے اشارے سے انکار کیا، لیکن جب اس یہودی کا نام لیا گیا جس نے قتل کیا تھا تو اس نے اشارے ہی سے اثبات میں جواب دیا۔ اس کے بعد اس یہودی سے دریافت کیا گیا تو اس نے تھوڑے سے ردو کد کے بعد اپنے جرم کا اعتراف کرلیا۔ چنانچہ قصاص میں اسے بھی پتھر مار کر ہلاک کردیا گیا۔[2]

امام نووی فرماتے ہیں اس حدیث سے بہت سے مسائل نکلتے ہیں۔

منھا قتل الرجل بالمرأۃ وھو اجماع من یعتد بہ[3] (ان میں سے ایک یہ ہے کہ مرد کو عورت کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اس پر قابل لحاظ سب ہی لوگوں کا اجماع ہے۔)

---

[1] بیہقی: السنن الکبریٰ ۸/۲۸ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ بھی آئی ہے۔ ان الرجل یقتل بالانثی۔ اس حدیث کی سند پر جرح کی گئی ہے لیکن عام طور پر محدثین نے اسے قبول کیا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ التلخیص الحبیر ۴/۲۳۶-۲۳۴

[2] بخاری، کتاب الدیات، باب سوال القاتل حتی یقر۔ مسلم، کتاب القسامہ الخ، باب ثبوت القصاص فی القتل الخ ابوداؤد، کتاب الدیات، باب یقاد من القاتل۔ ترمذی، ابواب الدیات، باب ما جاء فی من رضخ راسہ بصخرۃ نسائی، کتاب القسامہ، باب القود من الرجل للمرأۃ۔

[3] شرح مسلم: ۲/۵۸۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غیر مسلم مسلمان عورت کو قتل کردے تو قصاص میں اسے قتل کردیا جائے گا۔ لیکن کیا یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب کہ قاتل مسلمان ہو۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۸۰

ابوداؤد وغیرہ کی ایک لمبی روایت میں آتا ہے۔

إنَّ عقل المرأة بين عصبتها من كانوا لا يرثون منها شيئًا الا ما فضل عن ورثتها فان قتلت فعقلها بين ورثتها وهم يقتلون قاتلهم [1]	عورت کی دیت (اگر وہ کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرگزرے تو) اس کے عصبہ پر واجب ہوگی۔ عصبہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اصحاب الفروض کو ان کے متعین حصے دینے کے بعد اس کی ساری وراثت کے حقدار ہوں گے (جیسے بیٹے، پوتے بھائی وغیرہ) لیکن اگر اس کا قتل ہو جائے تو اس کی جو دیت ملے گی وہ سب وارثوں کے درمیان تقسیم ہوگی اور وہ (قصاص لینا چاہیں تو) اپنے قاتل کو قتل کر سکیں گے۔

وہ اپنے قاتل کو یعنی عورت کے قاتل کو قتل کریں گے۔ چنانچہ نسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں قاتلہا (اس کے قاتل) کے الفاظ موجود ہیں[2]۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کے قصاص میں مرد کو قتل کیا جائے گا۔ عورت کے قاتل کو ورثاء کا قاتل قرار دینے سے اس کی قانونی حیثیت ظاہر ہوتی ہے گویا وہ صرف ایک عورت کا قاتل نہیں بلکہ اس کے سارے ورثاء کا قاتل ہے۔ انھیں یہ قانونی حق حاصل ہے کہ چاہیں تو اس سے قصاص لیں، یا دیت پر راضی ہو جائیں یا معاف کر دیں۔

سید التابعین حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں۔

الرجل يقتل بالمرأة اذا قتلها [3]	مرد کو عورت کے عوض قتل کیا جائے گا اگر وہ اسے قتل کردے۔

(بقیہ گذشتہ حاشیہ) یہ اشکال بہرحال باقی ہے۔ اس لیے کہ شریعت نے غیر مسلم اور مسلم کے قصاص میں فرق کیا ہے۔ مسلمان سے غیر مسلم کا قصاص نہیں لیا جا سکتا۔ نیل الاوطار: ۷/۱۶۲ لیکن جس فرق کی بنیاد پر امام شوکانی نے اشکال ظاہر کیا ہے اس پر سب کا اتفاق نہیں ہے۔ احناف کے نزدیک ایک مسلمان کسی ذمی کو قتل کردے تو قصاص میں اسے بھی قتل کیا جائے گا۔ ہدایہ: ۴/ ۵۵۸

[1] ابوداؤد، کتاب الدیات، باب دیات الاعضا۔

[2] نسائی کتاب القسامۃ، باب کم دیۃ شبہ العمد۔ ابن ماجہ، ابواب الدیات، باب عقل المرأۃ علی عصبتها الخ

[3] بیہقی: السنن الکبریٰ: ۸/ ۲۸

امام بخاری فرماتے ہیں ۔

قال اھل العلم یقتل الرجل بالمرأۃ [۱]	اہلِ علم نے کہا ہے کہ مرد کو عورت کے قصاص میں قتل کیا جائے گا ۔

یہی رائے ائمہ اربعہ، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور عام علماء امت کی ہے [۲]۔

علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ مرد سے عورت کا اور عورت سے مرد کا قصاص لیا جائے گا ۔ صحابہ میں حضرت علیؓ اور تابعین میں حضرت حسن بصریؒ کے بارے میں آتا ہے کہ اگر مرد عورت کو قتل کردے اور اس کے ورثاء قصاص میں اسے قتل کرنا چاہیں تو آدھی دیت دے کر قتل کرسکتے ہیں (اس لیے کہ عورت کی دیت نصف ہے) اگر وہ آدھی دیت نہ دیں تو انھیں عورت کی دیت مل جائے گی ۔ لیکن حضرت علیؓ سے یہ ثابت نہیں ہے ۔ یہ دراصل بصرہ کے فقیہہ عثمان البتی کا قول ہے [۳]۔ یہ بھی آتا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ اور عطا کی رائے بھی وہی تھی جو جمہور کی رائے ہے [۴]۔

یہ کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے اس لیے مرد سے اسی وقت قصاص لیا جائے گا جب کہ آدھی دیت اسے دے دی جائے ۔ اس لئے کہ دونوں کی قذف کی سزا ایک ہے ۔ عورت اگر مرد پر یہ تہمت لگائے تو اسے جو سزا دی جائے گی وہی سزا مرد کو دی جائے گی اگر وہ عورت پر تہمت باندھے ۔ مرد کو یہ سزا دینے کے لیے اسے کوئی بدل یا رقم نہیں دی جائے گی ۔ قصاص میں قاتل اور مقتول کی قیمت نہیں دیکھی جاتی ہے ۔ اسی وجہ سے ایک فرد کو پوری ایک جماعت مل کر قتل کرے تو بھی سب کو قتل کیا جائے گا [۵]۔

امام شوکانی فرماتے ہیں قصاص کے مقصد اور حکمت سے بھی جمہور کے مسلک کی تائید ہوتی ہے ۔ قصاص کی حکمت یہ ہے کہ انسان کا خون نہ بہے اور ظلم و زیادتی سے اس کی جان محفوظ رہے ۔ اگر مرد سے عورت کا قصاص نہ لیا جائے تو کئی ایک اسباب کی بنا پر اس کی جان ضائع جاسکتی ہے ۔ ایک سبب وراثت سے اسے محروم کرنا ہے ۔ جو شخص وراثت میں اسے اس کا حصہ نہ دینا چاہے وہ اسے قتل کر بیٹھے گا ۔ دوسرا سبب دورِ جاہلیت کی طرح ذلت اور عار کا احساس ہے ۔

---

[۱] بخاری، کتاب الدیات، باب القصاص بین الرجال والنساء ۔ [۲] ابن قدامہ : المغنی : ۷/۶۷۹

[۳] فتح الباری : ۱۲/ ۱۶۰ نیز ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ۲/ ۱۰۸ [۴] ابن قدامہ : المغنی ۷/ ۶۷۹

[۵] المغنی ۷/ ۶۷۹

خاص طور پر اس صورت میں جب کہ ان سے معمولی سی غلطی ہی سرزد ہو جائے۔ یہی غلط قسم کا احساس تھا جس کی وجہ سے جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ دفن کردیا جاتا تھا۔ تیسرا سبب ان کی کم زوری ہے۔ جو شخص ان کو قتل کرنا چاہے اسے اس بات کا خوف نہیں ہوتا کہ وہ مردوں کی طرح مدافعت کریں گی۔ لہٰذا قصاص میں رخصت یا ڈھیل ہو تو عورت پر زیادتی بڑھ جائے گی اور اس کی جان لینا آسان ہو جائے گا۔[1]

عورت کی جان کا قصاص عورت سے

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بات پر امت کا تقریباً اجماع ہے یا کم از کم ائمہ اربعہ اور جمہور امت کا اتفاق ہے کہ مرد کے قصاص میں عورت کو اور عورت کے قصاص میں مرد کو قتل کیا جائے گا۔ اب ایک سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں ہی عورتیں ہوں تو کیا ان کے درمیان بھی قصاص کا یہ قانون نافذ ہوگا؟ اس کا جواب بالکل واضح ہے۔ جب ایک عورت کے قصاص میں مرد کی جان لی جاسکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ عورت کے قصاص میں عورت کو قتل نہ کیا جائے۔ قرآن نے صاف الفاظ میں کہا ہے۔ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى البقرہ: ۱۷۸ (عورت کے بدلہ عورت قتل کی جائے گی) چنانچہ فقہاء کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عورت کے قصاص میں عورت کی جان لی جاسکتی ہے۔ قرآن شریف کے الفاظ عام ہیں اس سے فقہ حنفی میں یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ کوئی آزاد عورت کسی باندی کو قتل کردے تو بھی اس سے قصاص لیا جائے گا۔[2]

عورت کے جراحات کا قصاص

اب جراحات اور زخموں کے قصاص کو لیجئے۔ اس کی بھی وہ ساری شکلیں بنتی ہیں جو نفس کے قتل کی تھیں۔ ۱۔ عورت سے مرد کا قصاص لیا جائے۔ ۲۔ مرد سے عورت کا قصاص لیا جائے ۳۔ عورت کا عورت سے قصاص لیا جائے۔

قرآن مجید میں قصاص کا حکم اس آیت میں ہے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا اَنَّ النَّفْسَ — ہم نے تورات میں یہودیوں پر فرض کردیا

---

[1] نیل الاوطار: ۷/۱۶۴ — [2] ردالمحتار علی الدر المختار ۵/۳۴۷

بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (المائدہ: ۴۵)

تھا (یہی حکم اب اس امت کے لیے بھی ہے) کہ جان کے بدلہ جان، آنکھ کے بدلہ آنکھ، ناک کے بدلہ ناک، کان کے بدلہ کان اور دانت کے بدلہ دانت۔ اور دوسرے (خاص) زخموں کا بدلہ بھی ان کے برابر ہے۔ پھر جو شخص زیادتی کرنے والوں کو معاف کردے تو یہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

سوال یہ ہے کہ مرد عورت کی یا عورت مرد کی جان لے تو جس طرح ان سے قصاص لیا جاتا ہے، کیا اسی طرح اگر وہ دونوں ایک دوسرے کو جسمانی طور پر مجروح کریں اور نقصان پہونچائیں تو ان سے قصاص لیا جائے گا؟ یا ان دونوں کے احکام الگ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اہل عرب عورت کے قصاص میں مرد کو قتل نہیں کرتے تھے بلکہ عورت کے قصاص میں عورت کو اور مرد کے قصاص میں مرد کو قتل کرتے تھے۔ اس آیت میں بتایا گیا کہ مسلمان مرد اور عورت، اگر وہ آزاد ہیں تو، ایک دوسرے کے مساوی ہیں۔ ایک نے دوسرے کی عمداً جان لی یا اس سے کم تر درجہ کا نقصان پہونچایا تو اس سے برابر کا قصاص لیا جائے گا۔[۱]

امام نووی فرماتے ہیں کہ صحابہ و تابعین اور بعد کے علماء میں سے جمہور نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ قصاص کا یہ قانون مردوں اور عورتوں کے درمیان بھی جاری ہوگا۔ ان میں سے ایک دوسرے کے قاتل کو قتل کیا جائے گا اور جو جسمانی ضرر اور نقصان پہونچائے اس سے اس کے برابر قصاص لیا جائے گا۔[۲] مثال کے طور پر مرد عورت کا یا عورت مرد کا ہاتھ توڑ دے تو قصاص

---

[۱] مزید فرماتے ہیں کہ یہی اصول غلاموں اور لونڈیوں کے مابین بھی جاری ہوگا۔ ابن جریر: تفسیر ۶۰/۲۔ غلاموں اور لونڈیوں کا مسئلہ اس وقت زیر بحث نہیں ہے۔ اس سے بحث کسی دوسرے موقع پر ہم ان شاء اللہ کریں گے۔

[۲] شرح مسلم: ۵۹/۲

میں اس کا ہاتھ بھی توڑ دیا جائے گا لیکن اگر نقصان کی کوئی ایسی صورت ہو جس میں برابر قصاص لینا ممکن نہ ہو تو دیت لی جائے گی۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ان کی پھوپھی رُبَیّع نے ایک انصاری لڑکی کا دانت توڑ دیا۔ رُبَیّع کے لوگ چاہتے تھے کہ معاف کر دیا جائے یا دیت لے لی جائے لیکن لڑکی کے خاندان والے قصاص پر اصرار کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقدمہ پہونچا تو آپ نے قصاص کا حکم دیا تو حضرت انس کے چچا (ربیع کے بھائی) نے کہا 'اے اللہ کے رسول! خدا کی قسم ربیع کا دانت توڑا نہیں جائے گا۔ (یہ بات انھوں نے آپ کی تردید اور مخالفت میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین کی وجہ سے یا اس اعتماد پر کہ وہ لڑکی کے رشتہ داروں کو عفو و درگزر یا دیت پر تیار کر لیں گے، کہی تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس! کتاب اللہ کا حکم قصاص کا ہے یہ تو ضرور لیا جائے گا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد لڑکی والے قصاص کی جگہ دیت لینے پر آمادہ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ وہ قسم کھالیں تو اللہ اسے پوری کر دیتا ہے۔[1]

یہ بخاری وغیرہ کی روایت ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک عورت دوسری عورت کو زخمی کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ ربیع کی بہن ام حارثہ نے ایک شخص کو زخمی کر دیا۔ یہ جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچا تو آپ نے فرمایا اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اس پر ربیع کی ماں نے کہا کہ کیا ام حارثہ سے قصاص لیا جائے گا۔ خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا۔ آپ نے ان سے فرمایا سبحان اللہ! ام الربیع تم کیسی باتیں کرتی ہو۔ اللہ کی کتاب کا قانون ہے کہ قصاص لیا جائے۔ لیکن جو شخص زخمی ہوا تھا اس کے لوگ بعد میں دیت پر راضی ہو گئے۔ اس پر آپ نے فرمایا اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ قسم کھالیں تو اسے وہ پوری کر دیتا ہے۔[2]

---

[1] بخاری، کتاب الصلح، باب الصلح فی الدیۃ۔ کتاب التفسیر (سورہ البقرہ) باب یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص (سورہ المائدہ) باب قولہ والجروح قصاص۔ ابو داؤد، کتاب الدیات باب القصاص فی السن۔

[2] مسلم، کتاب القسامہ، باب اثبات القصاص فی الاسنان الخ۔ امام بخاری نے یہ روایت ترجمہ باب میں نقل کی ہے۔ کتاب الدیات، باب القصاص بین الرجال والنساء الخ۔ دونوں روایتوں کی تفصیلات میں جو اختلاف ہے اس کی بنا پر امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ ایک نہیں بلکہ دو الگ الگ واقعات ہیں لیکن ابن ترکمانی نے اسے دو واقعات ماننے سے انکار کیا ہے۔ السنن الکبریٰ مع الجواہر النقی: ۸/۳۹، ۶۴۔ علامہ ابن حزم کی رائے یہ ہے کہ یہ ایک ہی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام نووی فرماتے ہیں اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

منها اثبات القصاص بين الرجل والمرأة [1] — ان میں سے ایک یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان قصاص ہوگا۔

اب صحابہ وتابعین کے بعض اقوال پیش کیے جارہے ہیں جن سے عورت سے مرد کے قصاص اور مرد سے عورت کے قصاص کا ثبوت ملتا ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ سے روایت کی جاتی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

تقاد المرأة من الرجل في كل عمد يبلغ نفسه فما دونها من الجراح [2] — عورت عمداً اگر مرد کو قتل کردے یا اس سے کم تر درجہ میں کوئی چوٹ ہی پہونچا دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔

جب عورت سے مرد کے قتل اور جراحات یا زخموں کا قصاص لیا جائے گا تو مرد سے عورت کا بھی قصاص لیا جانا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ہی سے مروی ہے۔

جرح الرجال والنساء سواء [3] — مردوں اور عورتوں کے زخم مساوی ہیں

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔

القصاص في ما بين المرأة والرجل حتى في النفس [4] — عورت اور مرد کے درمیان قصاص کا قانون نافذ ہوگا حتیٰ کہ نفس کے معاملہ میں بھی۔

ابوالزناد، دور تابعین کے مشہور فقہاء سبعہ اور ان ہی جیسے دوسرے علماء اور فقہاء کے بارے میں فرماتے ہیں۔

انهم كانوا يقولون المرأة — عورت سے مرد کا قصاص لیا جائے گا۔

(بقیہ گذشتہ حاشیہ) عورت کے دو واقعات ہیں۔ ایک میں اس نے ایک شخص کو زخمی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت کا فیصلہ فرمایا دوسرے میں انھوں نے دانت توڑا تو قصاص کا فیصلہ ہوا۔ پہلے واقعہ میں قسم کھانے والی ان کی ماں تھیں اور دوسرے میں ان کے بھائی نے قسم کھائی۔ فتح الباری ۱۲/۱۸۳، ۱۸۴۔ لیکن یہ تفصیل خود بھی روایات سے پوری طرح ہم آہنگ نہیں معلوم ہوتی۔ امام نووی نے بھی انھیں دو واقعات ہی قرار دیا ہے۔ شرح مسلم: ۲/۵۹

[1] شرح مسلم: ۲/۵۹ — [2] بخاری، کتاب الدیات، باب القصاص بین الرجال والنساء۔

[3] فتح الباری: ۱۲/۱۸۳ — [4] حوالہ سابق

تقادمن الرجل عینا بعین و	آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان ہر طرح
اذنا باذن وکل شیئ من الجراح	کے زخم کے بدلے اسی کے مساوی زخم۔ (اسی
علی ذالک وان قتلها قتل	طرح مرد سے بھی عورت کا قصاص لیا جائے گا)
بھا [1]	اور مرد اسے قتل کردے تو اسے قتل کیا جائے گا۔

اوپر سورۂ مائدہ کی جو آیت گزر چکی ہے اس سے استدلال کرتے ہوئے امام مالک فرماتے ہیں۔

القصاص یکون بین النساء کما	عورتوں کے درمیان اسی طرح قصاص ہوگا
یکون بین الرجال والقصاص	جس طرح مردوں کے درمیان ہوتا ہے۔ اور
ایضا یکون بین الرجال والنساء [2]	مردوں اور عورتوں کے درمیان بھی قصاص ہوگا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ جن افراد کے درمیان ایک دوسرے سے نفس کا قصاص لیا جاتا ہے ان میں جراحات کا قصاص بھی ایک دوسرے سے لیا جائے گا۔ یہی امام مالک، امام ثوری، امام شافعی، اسحٰق بن راہویہ، ابو ثور اور امام احمد کی رائے ہے[3] اس اصول کے تحت چونکہ مرد کے قصاص میں عورت کی اور عورت کے قصاص میں مرد کی جان لی جاتی ہے لہٰذا وہ ایک دوسرے کو جو زخم پہونچائیں اس کا بھی ان سے قصاص لیا جائے گا۔

فقہ حنفی کی رو سے عورت اور مرد کے درمیان نفس کا قصاص تو ہے لیکن جراحات کا قصاص نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے جو بھی دوسرے کو قتل کرے قصاص میں اسے قتل کیا جائے گا لیکن فرض کیجئے عورت مرد کا یا مرد عورت کا ہاتھ قطع کردے تو قصاص میں ان میں سے کسی کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ دیت لی جائے گی۔ قتل سے عورت کی بھی جان جائے گی اور مرد کی بھی۔ جان کا ضیاع دونوں میں مشترک ہے۔ اس لئے دونوں سے ایک دوسرے کا قصاص لیا جائے گا۔ لیکن اعضاء کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ ان کی نوعیت مال کی ہے۔ مال بھی نفس کے تحفظ کے لیے ہوتا ہے اور اعضاء جسم کا مقصد بھی یہی ہے۔ ان میں قصاص اسی وقت ہوگا جب کہ ان کی قیمت ایک ہو۔ شریعت نے عورت کے اعضاء کی دیت مرد کی دیت سے کم رکھی ہے (اس سے ہم

---

[1] السنن الکبریٰ: ۸/۴۰ [2] موطا امام مالک: کتاب العقول، القصاص فی القتل
[3] المغنی ۷/۶۷۹، ۶۸۰

آگے چل کر بحث کریں گے) جب دونوں کی مالیت میں فرق ہے تو ان کے درمیان قصاص نہیں ہوگا۔
سورۂ مائدہ کی آیت ۴۵ میں قصاص کا جو حکم دیا گیا ہے وہ مطلق نہیں ہے۔ یہ بات سب ہی کے نزدیک تسلیم شدہ ہے کہ حربی یا مستامن کا قصاص نہیں لیا جاتا۔ جب آیت کے حکم سے اسے مستثنیٰ کیا گیا ہے تو حدیث کے ذریعہ دوسروں کو بھی مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ مردوں کے ہاتھ چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اور توانائی اور قوت گرفت کے لحاظ سے ان میں فرق بھی ہوتا ہے جب ان کے درمیان قصاص میں فرق نہیں کیا جاتا تو عورت اور مرد کے ہاتھ میں جو فرق ہے اس کا بھی اعتبار نہیں ہونا چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عورت اور مرد کے اعضاء کی دیت میں چونکہ فرق کیا گیا ہے اس لیے اس کا تو اعتبار کیا جاسکتا ہے لیکن مردوں کے ہاتھوں میں جو فرق ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ اس کا کوئی ضابطہ نہیں ہے لہٰذا انھیں ایک دوسرے کے مساوی سمجھا جائے گا[1]

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اعضاء کے قصاص میں دیت کی برابری کو بنیاد مانا جائے تو کم از کم عورت سے مرد کا قصاص لینا غلط نہ ہوگا۔ اس لیے کہ مرد کے اعضاء کی دیت عورت کے اعضاء کی دیت سے زیادہ ہے۔ جو چیز زیادہ قیمتی ہے اس کا قصاص کم قیمت والی چیز سے کیوں نہیں لیا جاسکتا۔ مثال کے طور پر اگر عورت مرد کا ہاتھ کاٹ دے تو اس کا ہاتھ کاٹ دینا بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگا۔ اس لئے کہ مرد کے ہاتھ کی دیت عورت کے ہاتھ کی دیت کے برابر ہی نہیں، اس سے زیادہ ہے۔ حالانکہ فقہ حنفی میں اسے بھی صحیح نہیں قرار دیا گیا ہے[2]

فقہ حنفی کا مشہور مسلک یہی ہے لیکن فقہ حنفی ہی میں ایک رائے اس کے جواز کی بھی ملتی ہے۔ اس کے لحاظ سے عورت اگر مرد کا ہاتھ کاٹ دے تو قصاص میں اس کا ہاتھ بھی کاٹا جاسکتا ہے[3] اس رائے کو اگر مان لیا جائے تو یہ اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔

سر اور چہرے کے زخموں[4] کے بارے میں ایک رائے فقہ حنفی میں یہ ہے کہ ان میں بھی عورت اور مرد کے درمیان قصاص نہ ہوگا۔ اس لیے کہ قصاص کے لیے منفعت اور قیمت

---

[1] ہدایہ: ۴/۵۶۶۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھی جائے کفایہ: ۵/۱۲۶۷۔ [2] المغنی ابن قدامہ: ۷/۶۸۰
[3] در المختار: ۵/۴۸۸ [4] ان زخموں کو 'شجاج' کہا جاتا ہے۔ ان کی قسمیں، ان کے احکام، کن اقسام میں قصاص واجب ہوتا ہے اور کن میں دیت۔ اس کی تفصیل کے لیے دیکھی جائے ہدایہ: ۴/۵۸۶ - ۵۸۸

میں برابری ضروری ہے۔ عورت اور مرد کے درمیان یہ برابری نہیں ہے۔ لیکن ایک رائے یہ بھی ہے کہ ان زخموں میں عورت اور مرد کے درمیان قصاص ہوگا۔ اس لئے کہ اعضاء وجوارح کے قصاص اور ان زخموں کے قصاص میں فرق ہے۔ اعضاء وجوارح کٹ جائیں تو منفعت ختم ہو جاتی ہے اور عیب لاحق ہوتا ہے لیکن چہرہ کے زخموں میں منفعت میں تو کوئی فرق نہیں آتا البتہ عیب پیدا ہو جاتا ہے۔ اس میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں[1]

صرف چہرہ کے زخموں ہی سے عیب نہیں پیدا ہوتا اعضاء وجوارح کے کٹ جانے سے بھی عیب پیدا ہوتا ہے۔ اسے سامنے رکھا جائے تو فقہ حنفی کی رائے پر مزید غور وفکر کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس معاملہ میں دیگر ائمہ اور جمہور کا مسلک ہی زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے یعنی یہ کہ اعضاء وجوارح کے قصاص میں بھی عورت اور مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

عورت کی دیت

اب دیت کے مسئلہ کو لیجئے۔ اس مسئلہ میں حسب ذیل رائیں ہمیں ملتی ہیں۔

فقہاء احناف کے نزدیک عورت کی دیت، چاہے وہ جان کی ہو یا اعضاء وجوارح کی مرد کی دیت کے نصف ہے[2]

یہی امام شافعی، حضرت سفیان ثوری، امام لیث اور ابو ثور وغیرہ کی رائے ہے[3] اس کی دلیل حضرت معاذ بن جبلؓ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل[4]	عورت کی دیت مرد کی دیت کے نصف ہے۔

اس روایت کی سند کمزور ہے[5] البتہ حضرت علی فرماتے ہیں۔

جراحات النساء علی النصف من دیۃ الرجل فی ما قل وکثر[6]	عورت کے جراحات کی دیت مرد کی دیت کے نصف ہے، چاہے وہ کم ہو یا زیادہ۔

---

[1] رد المحتار علی الدر المختار: ۵/ ۴۸۸   [2] ہدایہ: ۴/ ۵۸۴

[3] بدایۃ المجتہد ۲/ ۳۶۳۔ المغنی ۷/ ۷۹۷   [4] بیہقی: السنن الکبریٰ: ۸/ ۹۵

[5] اس کی سند کے بارے میں امام بیہقی کہتے ہیں لا یثبت مثلہ (اس طرح کی سند ثابت نہیں ہوتی) حوالہ سابق ۹۶
[6] حوالہ سابق۔

ابراہیم نخعی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا۔

عقل المرأۃ علی النصف من	عورت کی دیت مرد کی دیت کے نصف ہے
دیۃ الرجل فی النفس ومادونھا[1]	چاہے وہ جان کی دیت ہو یا اس سے کم کسی زیادتی کی۔

یہی رائے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی بھی بیان کی جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں مجھے ان کی یہ رائے کہیں نہیں ملی[2]

سوال یہ ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ مرد چونکہ خاندان کا کفیل ہوتا ہے اور اس کا معاشی بوجھ اٹھاتا ہے اس لیے اس کے انتقال سے خاندان کا مالی نقصان اس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جتنا عورت کے انتقال سے ہوتا ہے۔ اس لیے عورت کی دیت سے مرد کی دیت دگنی رکھی گئی ہے۔ رشید رضا مصری کہتے ہیں۔

والاصل فی ذالک ان المنفعۃ	اس مسئلہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ مرد کے
التی تفوت اھل الرجل	انتقال سے اس کے گھر والے جس فائدہ
بفقدہ اکبر من المنفعۃ	سے محروم ہوتے ہیں وہ اس فائدہ سے بہت
التی تفوت بفقد الانثیٰ	بڑا ہے جس سے انھیں عورت کے انتقال کی
فقدرت بحسب الارث[3]	وجہ سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ لہٰذا میراث میں
	جس طرح مرد کا حصہ دوگنا ہے اسی طرح
	دیت بھی اس کی دگنی رکھی گئی۔

ایک اور بات بھی کہی گئی ہے وہ یہ کہ اسلامی قانون کی رو سے بعض اہم دینی مناصب کے لیے مرد ہی کو موزوں سمجھا گیا ہے۔ جیسے نماز اور حج کی امامت، اس کے علاوہ ریاست کی سربراہی، فوجی خدمات، سرحدوں کی حفاظت جیسی اجتماعی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی مرد ہی پر ڈالا گیا ہے۔ خالص دنیوی معاملات میں بھی جو صنعتیں اور پیشے انسان کی بقا کے لیے ضروری

---

[1] بیہقی: السنن الکبریٰ ۸/۹۶۔ امام بیہقی کہتے ہیں یہ روایت منقطع ہے لیکن اوپر کی روایت کی تائید کرتی ہے۔ حضرت عمرؓ سے اس سے مختلف روایت بھی آتی ہے۔ بیہقی ۸/۹۷

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ التلخیص الحبیر: ۲/۳۴۹ [3] تفسیر المنار: ۵/۳۳۴

ہیں ان میں بھی اس کا حصہ زیادہ ہے۔ اس لحاظ سے مرد کے قتل سے خاندان ہی کا نہیں پورے معاشرہ کا جو نقصان ہوتا ہے وہ اس نقصان سے زیادہ ہے جو عورت کے قتل سے ہوتا ہے۔ اس لئے فطری طور پر اس کی دیت بھی عورت کی دیت سے دوگنی رکھی گئی ہے[1]

اس میں شک نہیں ان دلائل میں کافی وزن ہے۔ لیکن احکام شریعت کا فیصلہ محض عقلی دلائل کی بنیاد پر نہیں ہوتا اس کے لیے قرآن و سنت سے مضبوط دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس مسئلہ میں جن روایات اور آثار کو پیش کیا جاتا ہے، جیسا کہ ہم نے عرض کیا، وہ کچھ زیادہ قوی نہیں ہیں۔

امام مالک اور امام احمد وغیرہ کے نزدیک ایک ثلث دیت تک مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے البتہ ایک ثلث کے بعد عورت کی دیت مرد کی دیت کے نصف ہو جائے گی[2] اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عقل المرأة مثل عقل الرجل	عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے۔
حتی یبلغ الثلث من دیتها[3]	یہاں تک کہ اس کی دیت ایک ثلث کو پہونچ جائے۔

اس روایت میں بھی ضعف ہے[4]

اس مسلک کی تائید میں حضرت زید بن ثابتؓ کا یہ قول پیش کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں

جراحات الرجال والنساء سواء	مردوں اور عورتوں کے زخموں کی دیت ایک ثلث
الی الثلث فما زاد فعلی النصف[5]	تک برابر ہے جو زیادہ ہو وہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے نصف ہوگی۔

اسی قسم کی ایک روایت حضرت عمرؓ سے بھی آتی ہے[6]

حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ ایک تہائی دیت تک عورت اور مرد کی دیت برابر ہوگی۔ چاہے وہ انگلی کی ہو یا دانت کی، جسم کے زخم کی ہو یا سر کے چوٹ کی (اس کے بعد اس کی دیت مرد کی دیت کے نصف ہو جائے گی)

---

[1] ملاحظہ ہو۔ اعلام الموقعین ۲/۱۱۲۔ [2] المغنی ۷/۷۹۷-۷۹۸۔

[3] نسائی، ابواب القسامہ، عقل المرأۃ۔ دارقطنی کتاب الحدود والدیات۔ ۶ : ۳۲۷۔

[4] ملاحظہ ہو بیہقی ۸/۹۶ التعلیق المغنی : ۳۲۷ علامہ زرقانی کہتے ہیں۔ اسنادہ ضعیف۔ شرح الزرقانی علی الموطا ۴/۳۲۔

[5] بیہقی : ۸/۹۶۔ [6] حوالہ سابق۔

امام مالک فرماتے ہیں امام زہریؒ اور عروہ بن زبیرؒ کی رائے بھی وہی ہے جو حضرت سعید بن مسیبؒ کی رائے ہے[۱]

کہا جاتا ہے کہ یہی جمہور اہل مدینہ اور تابعین کے مشہور فقہاء سبعہ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، امام لیث، قتادہ وغیرہ کی رائے ہے[۲]

قاضی ابن رشد مالکی ہیں، وہ ان دلائل کے بارے میں فرماتے ہیں ولا اعتماد للطائفۃ الاولی الا مراسیل[۳] (پہلے گروہ — اس سے مراد امام مالک وغیرہ ہیں۔ کا اعتماد اس مسئلہ میں صرف چند مرسل روایات پر ہے)

یہ ان کی سندوں کا حال ہے۔ اب اس پر عقلی انداز سے غور کیجئے۔ سوال یہ ہے کہ اس کی کیا حکمت ہے کہ ایک تہائی دیت تک تو عورت اور مرد دونوں کو مساوی قرار دیا جائے اور ایک تہائی کے بعد دونوں میں فرق کر کے عورت کی دیت کو مرد کی دیت کا نصف کر دیا جائے؟

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ایک تہائی دیت میں بھی نصف کر دیا جائے تو اس کی افادیت کم ہو جاتی ہے اور عورت کے نقصان کی تلافی نہیں ہو پاتی۔ اس لیے تہائی تک تو مرد اور عورت دونوں میں فرق نہیں کیا گیا البتہ اس کے بعد فرق کیا گیا[۴]

اوپر کی روایات کو اگر مان لیا جائے تو یہ جواب بہت معقول معلوم ہوتا ہے لیکن اس پر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ اس اصول کے تحت جن جراحات اور زخموں پر عورت کو ایک تہائی دیت ملتی ہے ان سے بڑے جراحات پر اس کی دیت تہائی سے بھی کم ہو جاتی ہے۔ حالانکہ عقل کا صریح تقاضا ہے کہ عورت کے نقصان کے تناسب سے اس کی دیت میں اضافہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ موطا کی روایت کے مطابق ربیعہ بن عبدالرحمٰنؒ اور حضرت سعید بن مسیبؒ کے درمیان اس مسئلہ پر حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

---

[۱] موطا امام مالک، کتاب العقول، باب عقل المرأۃ

[۲] زرقانی: شرح الموطا: ۴/۳۲۔ ابن قدامہ نے یہاں تک لکھا ہے کہ اس پر دور صحابہ میں گویا اجماع ہو چکا ہے صرف حضرت علیؓ کی ایک رائے اس کے خلاف بیان کی جاتی ہے لیکن یہ ان سے ثابت نہیں ہے۔ المغنی: ۷/۷۹۸ اس پر یہی عرض کیا جا سکتا ہے کہ اجماع کا دعویٰ جتنا آسان ہے اس کا ثابت کرنا شاید اتنا آسان نہیں ہے۔

[۳] بدایۃ المجتہد: ۲/۴۶۳ [۴] اعلام الموقعین: ۲/۱۱۲

ربیعہ ! حضرت ! عورت کی ایک انگلی کی دیت کیا ہوگی ؟

سعید بن مسیبؒ ! دس۱۰ اونٹ

ربیعہ ! دو انگلیوں کی دیت ؟

سعید بن مسیب ! بیس۲۰ اونٹ

ربیعہ ! تین انگلیوں کی دیت ؟

سعید بن مسیبؒ ! تیس۳۰ اونٹ

ربیعہ ! اچھا تو چار انگلیوں کی دیت ؟

سعید بن مسیبؒ ! بیس اونٹ (اس لئے کہ ایک آدمی کی جان کی دیت سو اونٹ ہے۔ عورت کی دیت جب ایک تہائی سے بڑھ جائے تو ان کے نزدیک آدھی ہو جاتی ہے)

ربیعہ ! جب عورت کا زیادہ نقصان ہوا اور اس کی تکلیف بڑھ جائے تو کیا دیت کم ہو جائے گی ؟

سعید بن مسیب ! کیا تم عراقی ہو جو عقل لڑا رہے ہو اور نص کے مقابلہ میں قیاس کرتے ہو ؟

ربیعہ ! نہیں میں ایک طالب علم ہوں۔ مسئلہ کی نوعیت جاننا چاہتا ہوں۔

سعید بن مسیبؒ ! بیٹے یہی سنت ہے[1]

---

[1] موطا امام مالک، کتاب العقول، باب ماجاء فی عقل الاصابع۔ حضرت سعید بن مسیبؒ تابعی ہیں۔ ان کی یہ روایت مرسل ہے۔ اس لیے کہ اس میں اس صحابی کا ذکر نہیں ہے جس سے انھیں یہ علم ہوا کہ دیت کے مسئلہ میں یہی سنت ہے۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ علماء کا اتفاق ہے کہ سعید بن مسیبؒ کی مرسل روایات بھی دوسروں کی مرسل روایات کے مقابلہ میں زیادہ صحیح ہوتی ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ چھان بین سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اس طرح کی روایات کی سند موجود ہے۔ زرقانی : شرح موطا ۴/ ۳۹۔ لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت سعید بن مسیب نے اسے سنت کس معنی میں کہا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے ان کا یہ قول رسول اللہ ﷺ سے منقول ہو اور اس کا بھی امکان ہے کہ ان کے عام اصحاب علم کی یہ رائے ہو۔ پہلے میری بھی یہی رائے تھی۔ پھر میں نے یہ رائے ترک کر دی۔ اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ بعض اوقات لوگ ایک بات کو سنت کہتے ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ لہٰذا اس مسئلہ میں صحیح طریقہ یہی ہے کہ قیاس کیا جائے۔ (اور وہ امام شافعی کے نزدیک، جیسا کہ گزر چکا یہ ہے کہ عورت کی دیت چھوٹی ہو یا بڑی مرد کی دیت کی نصف ہوگی) باقی رہا حضرت زید بن ثابت کا قول تو اس کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کا قول ہے (دونوں اقوال اوپر گزر چکے ہیں) وہ بھی اسی طرح ثابت ہے جس طرح یہ ثابت ہے۔ بیہقی : السنن الکبریٰ : ۸/ ۹۶۔ مزید فرماتے ہیں کہ امام مالک بھی اسے سنت کہا کرتے تھے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

متاخرین میں امام شوکانی اسی رائے کے قائل ہیں کہ ثلث دیت کے بعد عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ اس اعتراض میں وزن محسوس کرتے ہیں کہ اس طرح ثلث دیت کے بعد عورت کی دیت اس وقت کم ہو جاتی ہے جب کہ عقل کا صریح تقاضا ہے کہ اسے زیادہ ہونا چاہیے۔ ان کے نزدیک ایک تہائی دیت تک کو عورت اور مرد کی دیت ایک ہوگی۔ ایک تہائی کے بعد جو زائد دیت ہوگی صرف اس میں نصف ہو جائے گی۔ مثلاً جہاں چالیس اونٹ دیت میں مرد کو ملیں گے وہاں عورت کی دیت پینتیس ۳۵ ہوگی۔ وہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی جو روایت اس ذیل میں پیش کی جاتی ہے وہ اس مفہوم کے لینے میں مانع نہیں ہے۔ باقی رہی حضرت سعید بن مسیبؒ کی روایت تو یہ مرسل ہے اس لئے ناقابل قبول ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ لکھتے ہیں کہ حدیث کا یہ مفہوم لینا ضروری ہے۔

لئلا یقتحم الانسان فی مضیق	تاکہ انسان عدل و انصاف، عقل اور قیاس
مخالف للعدل والعقل والقیاس	کے مخالف تنگنائے میں بغیر کسی واضح دلیل
بلا حجة نیرة [۱]	کے پھنس نہ جائے۔

دیت کے مسئلہ میں اور بھی اختلافات ہیں۔ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ ثلث دیت کے بعد عورت کی دیت نصف ہو جاتی ہے ان کے درمیان یہ اختلاف ہے کہ فی نفسہ ثلث اس میں داخل ہے یا نہیں؟ ایک رائے یہ ہے کہ ایک ثلث سے پہلے عورت اور مرد کی دیت مساوی ہوگی۔ جیسے ہی وہ ایک ثلث کو پہونچے گی نصف ہو جائے گی۔ دوسری رائے یہ ہے کہ ثلث تک دونوں کی دیت برابر ہوگی ثلث کے بعد نصف ہوگی۔ ابن قدامہ حنبلی نے پہلی رائے کو ترجیح دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ روایت کے الفاظ 'حتی یبلغ الثلث' (یہاں تک کہ وہ ثلث کو پہنچ جائے) بتا رہے ہیں کہ ثلث سے کم ہی میں مرد اور عورت کی دیت برابر ہوگی [۲]

بعض حضرات ثلث دیت تک بھی عورت اور مرد کی دیت میں برابری کے قائل نہیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ دانت کی دیت اور موضحہ (وہ زخم جس سے ہڈی نظر آنے لگے) کی

(بقیہ گذشتہ حاشیہ) چنانچہ میں اس مسئلہ میں ان کی اتباع کرتا تھا۔ لیکن مجھے کھٹک ضرور تھی پھر مجھے معلوم ہوا کہ سنت سے مراد ان کی اہل مدینہ کی سنت ہے۔ اس کے بعد میں نے اس سے رجوع کر لیا۔ التلخیص الحبیر ۲/۲۰۰

[۱] نیل الاوطار: ۷/۲۲۶ [۲] المغنی: ۷/۷۹۸

دیت تو عورت اور مرد کی برابر ہوگی اس کے بعد عورت کی دیت مرد کی دیت کے نصف ہو جائے گی[1]
حدیث میں آتا ہے کہ دانت کی دیت پانچ اونٹ ہے[2] اور موضحہ کی دیت بھی یہی بیان ہوئی ہے[3] اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف پانچ اونٹ تک عورت اور مرد کی دیت میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ اس کے بعد عورت کی دیت آدھی ہو جائے گی۔ قاضی شریح کا بھی یہی مسلک بتایا جاتا ہے۔ ایک رائے یہ بھی ملتی ہے کہ پندرہ اونٹ تک دونوں کی دیت ایک ہوگی اس کے بعد آدھی ہو جائے گی۔

اس کے برخلاف حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں، نصف دیت تک (پچاس اونٹ) عورت اور مرد کی دیت مساوی ہوگی۔ اس کے بعد عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہو جائے گی[4]

تقریباً یہی رائے بعض علمائے متاخرین کے یہاں بھی ملتی ہے۔ علامہ عبدالرؤف مناوی جو شافعی ہیں فرماتے ہیں کہ عورت کے اعضاء و جوارح کی دیت ثلث تک مرد ہی کی دیت کی طرح ہے لیکن جب وہ بڑھ کر نصف تک پہونچ جائے تو عورت کی دیت مرد کی دیت کی آدھی ہوگی[5]

ٹھیک یہی بات علامہ محمد بن عبدالہادی سندھی نے بھی کہی ہے جو حنفی المسلک ہیں[6]

اس طرح جمہور کا اصولاً اس پر تو اتفاق ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے نصف ہوگی لیکن اس کی تفصیلات میں ان کے درمیان بڑا اختلاف ہے۔ عورت کی ہر چھوٹی بڑی دیت مرد کی دیت کے نصف ہوگی، ثلث دیت سے نصف ہوگی، ثلث کے بعد نصف ہوگی۔ ثلث کے بعد مجموعی دیت کی نصف ہوگی یا زائد از ثلث کی نصف ہوگی یا کل دیت کی جب آدھی ہو جائے تو اس کی نصف ہوگی؟ اس کے علاوہ اور بھی اختلافات ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں قرآن مجید میں کوئی واضح اور دو ٹوک ہدایت نہیں ہے، جو احادیث پیش کی جاتی ہیں وہ اتنی قوی نہیں ہیں کہ ان کی بنیاد پر کوئی قطعی فیصلہ کیا جا سکے۔ صحابہ اور تابعین کے اقوال بھی مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے فقہاء کی رایوں میں بھی اختلاف ہوا ہے ان تمام رایوں کی گنجائش موجود ہے۔ ان میں سے کسی ایک رائے کو ترجیح بھی دی جا سکتی ہے اور ان سب کو سامنے رکھ کر اس مسئلہ پر مزید غور و فکر بھی ہو سکتا ہے۔

---

[1] السنن الکبریٰ: بیہقی ۹۶/۸ [2] نسائی، قسامہ، عقل الاسنان [3] ابوداؤد، کتاب الدیات، باب دیات الاعضاء۔ ترمذی، ابواب الدیات باب ماجاء فی الموضحہ۔ نسائی، قسامہ، المواضح۔ فقہ حنفی میں بھی یہی دیت بیان ہوئی ہے۔ ہدایہ: ۴/۵۸۶، ۵۸۷ [4] قاضی شوکانی کہتے ہیں: وهذه الاقوال لادليل عليها یعنی ان سب اقوال کے پیچھے کوئی دلیل نہیں ہے۔ نیل الاوطار: ۷/۲۲۰ [5] التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۲/۱۲۲ [6] حاشیۃ السندی علی نسائی: ۲/۲۴۷

اس مسئلہ میں ایک اور رائے بھی ہمیں ملتی ہے۔ یہ رائے اصم اور مفسر ابن عطیہ کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عورت اور مرد دونوں کی دیت ایک ہے۔ اصم کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے۔

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ	جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کردے وہ
رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ	ایک مسلمان غلام کو آزاد کرے اور اس کے گھر
اِلٰۤى اَهْلِهٖ (النساء: ۹۲)	والوں کو دیت پہونچائے۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں مسلمان مرد اور عورت دونوں کے قتل کا حکم بیان ہوا ہے۔ ان کی دیت بھی اس آیت کی رو سے ایک ہی ہونی چاہیے[1]

علامہ رشید رضا مصری کہتے ہیں کہ قرآن مجید نے مذکورہ بالا آیت میں، بغیر کسی قید کے، دیت کا مطلق ذکر کیا ہے۔ لفظ کے اندر عموم پایا جاتا ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ دیت کی جس مقدار پر بھی مقتول کے ورثاء راضی ہو جائیں وہ درست ہوگی، چاہے وہ کم ہو یا زیادہ، لیکن سنت نے اس کی تحدید کردی ہے۔ اس میں اس رواج کو سامنے رکھا گیا ہے جو عرب میں معروف اور مقبول تھا۔ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک آزاد مسلمان کی، جس نے کوئی ایسا جرم نہ کیا جس سے اس کا خون مباح ہو جائے، دیت سو اونٹ یا اس کی قیمت ہے اور عورت کی دیت اس کے نصف ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

ظاهر الآية انه لا فرق	آیت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مرد اور
بين الذكر والانثى[2]	عورت کی دیت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اس میں شک نہیں کہ معروف فقہاء نے اس رائے کو اختیار نہیں کیا ہے کہ عورت اور مرد دونوں کی دیت ایک ہے، اس لیے یہ ایک شاذ رائے معلوم ہوتی ہے۔ لیکن بہر حال قابل غور ہے اور اس پر ضرور غور ہونا چاہیے۔

---

[1] تفسیر کبیر: ۲۹۶/۳ [2] تفسیر المنار: ۳۳۲/۵، ۳۳۳

اپنے معاونین سے

ادارہ کا اکاؤنٹ IDARA-E-TAHQEEQ-O-TASNEEF-E-ISLAMI کے نام سے ہے۔ براہ کرم اپنا چیک یا ڈرافٹ اسی نام سے بھیجیں، اس میں کسی لفظی کمی بیشی سے زحمت ہوتی ہے۔ امید ہے آپ کا تعاون ہمیں مستقل حاصل رہے گا۔ (منیجر)